ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر علی احمد شیرازی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی زبان وادب، یونیورسٹی آف سرگودھا۔
محمد عرفان حیدر
لیکچرر (اردو)، گورنمنٹ گریجویٹ کالج جوہر آباد، خوشاب۔

سیمین بہبہانی کی شاعری میں ماں کے کردار کی نسائی اور فکری تعبیر

Dr. Ali Ahmad Shirazi *
Assistant Professor, Department of Persian Language and Literature, University of Sargodha.
Muhammad Irfan Haider
Lecturer (Urdu), Govt. Graduate College Jauharabad, Khushab.
***Corresponding Author:** aliahmadshirazi@gmail.com

Feminist and Philosophical Dimensions of Motherhood in Simin Behbahani's Poetry

The present study offers a critical and intellectual analysis of the portrayal of women's social roles—particularly the role of the mother—in the poetry of the renowned Persian poet Simin Behbahani. Her poetry transcends mere emotional or aesthetic expression and instead presents the woman, especially the mother, as a conscious, autonomous, and resistant figure. The research explores the maternal role through selected poetic excerpts, analyzing its emotional, symbolic, and ideological dimensions. Behbahani does not confine motherhood to affection or nurturing alone; rather, she elevates the figure of the mother as a voice of social injustice, political unrest, national grief, and human empathy. This study adopts an analytical methodology rooted in feminist literary criticism, aiming to interpret the poetic texts within their socio-political and

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماخذ تحقیقی مجلہ

intellectual contexts. The findings highlight that in Behbahani's poetic universe, the mother is not merely a domestic being but a symbol of resistance and active femininity, embodying sacrifice, patience, and awareness. Her poetry blends the inner anguish of women with collective consciousness, crafting a powerful, dignified, and empowered image of womanhood in the reader's mind.

Key Words: *Simin Behbahani, Persian poetry, maternal emotions, feminism, feminist criticism, symbolism, social consciousness.*

ادب انسانی جذبات، تجربات اور سماجی شعور کی ترجمانی کا اہم وسیلہ ہے۔ فارسی شاعری کی روایت میں عورت کا تصور عموماً جمالیاتی اور رومانی زاویوں تک محدود رہا ہے۔ تاہم بیسویں صدی کے وسط میں ایرانی معاشرتی و سیاسی تبدیلیوں کے زیر اثر بعض شعرا نے عورت کو ایک بااختیار، حساس اور فکری کردار کے طور پر پیش کیا۔ ان شعرا میں نمایاں نام سیمین بہبہانی کا ہے جنہیں "شاعرۂ غزل نو" کے طور پر جانا جاتا ہے۔ سیمین بہبہانی نے اپنی شاعری میں عورت کی داخلی دنیا، اس کی سماجی حیثیت، مادری جذبات، قربانی اور خودداری کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا۔ ان کا کلام ایک طرف نسائی جذبات کی لطافت کا آئینہ ہے تو دوسری طرف معاشرتی ناانصافی کے خلاف مزاحمت کی صدا بھی۔ اس تحقیق میں خاص طور پر ماں کے کردار کو سیمین بہبہانی کی شاعری میں اس کے فکری، جذباتی اور علامتی پہلوؤں کے ساتھ پرکھا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کی شاعری میں ماں کی تصویر صرف روایتی ممتا تک محدود نہیں بلکہ ایک مزاحمتی اور باشعور نسوانی شعور کے طور پر ابھرتی ہے۔

اس تحقیق میں تجزیاتی (Analytical) اور توصیفی (Descriptive) منہج کو اختیار کیا گیا ہے۔ منتخب اشعار کا متنی تجزیہ (Textual Analysis) کیا گیا ہے تاکہ ماں کے کردار کی فکری، علامتی اور جذباتی جہات کو واضح کیا جا سکے۔ تحقیقی انداز ادبی تنقید (Literary Criticism) بالخصوص فیمنسٹ تنقید (Feminist Critique) کے اصولوں پر مبنی ہے تاکہ عورت کے کردار اور اس کی سماجی شناخت کے مباحث کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

سیمین بہبہانی ۲۸ تیر ۱۳۰۶ ہجری شمسی (مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۲۷) کو تہران میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد عباس خلیلی تھے جو ایک صاحب قلم ادیب اور روزنامہ اقدام کے مدیر تھے۔ جبکہ والدہ فخر عظمیٰ ارگون ایک باصلاحیت لکھاری، صحافی، مترجم اور شاعرہ تھیں۔

1309 ہجری شمسی (۱۹۳۰) میں سیمین کے والدین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ وہ خود اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں: میری پیدائش سے قبل ہی میری والدہ نے اپنے شوہر کو ان کے مشاغل کے سپرد کر کے اپنا میکہ اختیار کر لیا تھا۔[(1)]

اسی سال، یعنی ۱۳۰۹ھ ش میں سیمین بہبہانی تہران کے ایک امریکی اسکول (ابتدائی بچوں کا اسکول) میں داخل ہوئیں۔ 1311 ہجری شمسی (۱۹۳۲) میں انہوں نے باقاعدہ اسکول کی تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۳۱۷ش (۱۹۳۸) میں پرائمری تعلیم مکمل کی۔ اگرچہ ابتدائی تعلیم کی مدت چھ سال تھی تاہم سیمین نے یہ مرحلہ پانچ سال میں مکمل کر لیا جو ان کی ذہانت اور محنت کا مظہر ہے۔ 1318 ہجری شمسی (۱۹۳۹) میں وہ مڈل اسکول میں داخل ہوئیں اور اگلے ہی سال یعنی ۱۳۱۹ش (۱۹۴۰) میں ابتدائی ثانوی تعلیم مکمل کر لی۔ اس دور کی ثانوی تعلیم عموماً تین سال پر مشتمل ہوتی تھی مگر سیمین نے یہ کورس محض دو سال میں مکمل کیا۔

1321 ہجری شمسی (۱۹۴۲) میں انہوں نے گھریلو سائنس (ہوم اکنامکس) کے شعبے میں اپنی ثانوی تعلیم کی سند حاصل کی۔ 1324 ہجری شمسی (۱۹۴۵) میں انہوں نے مڈوائفری کے تربیتی ادارے میں داخلہ لیا لیکن چند ہی دنوں بعد ایک ناخوشگوار واقعے کے باعث انہیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ معاملہ یوں ہوا کہ انہوں نے ایک تنقیدی مضمون اخبار مرد امروز میں شائع کروایا جس پر ادارے کی منتظمہ سے تنازع کھڑا ہوا اور سیمین کو ادارے سے خارج کر دیا گیا۔[(2)]

شعبہ صحت کے تعلیمی و تربیتی ادارے سے اخراج کے بعد سیمین بہبہانی نے ازدواجی زندگی اختیار کی۔ ان کے شوہر حسن بہبہانی تھے جو انگریزی زبان کے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادبی انجمن کے صدر بھی تھے۔ ازدواج کے بعد بھی سیمین نے تعلیم ترک نہ کی بلکہ ۱۳۲۵ ہجری شمسی (۱۹۴۶) میں اپنے گھر پر رہتے ہوئے قانون کے شعبے میں اعلیٰ تعلیم کا آغاز کیا۔ اس ازدواج کا ثمر تین اولادیں تھیں۔ ایک بیٹا علی جو ۱۳۲۶ش (۱۹۴۷) میں پیدا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ہوا، دوسرا بیٹا حسین جو ۱۳۲۸ش (۱۹۴۹) میں پیدا ہوا اور ایک بیٹی امید جس کی ولادت ۱۳۳۳ش (۱۹۵۴) میں ہوئی۔

1330 ہجری شمسی (۱۹۵۱) میں سیمین بہبہانی وزارتِ تعلیم کے محکمہ میں ملازمہ بن گئیں۔[3] اسی برس ان کا پہلا شعری مجموعہ "سہ تار شکستہ" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں اشعار کے علاوہ دو مختصر کہانیاں بھی شامل تھیں۔ اسی برس ان کی ملاقات فارسی جدید نظم کے بانی نیما یوشیج سے بھی پہلی بار ہوئی جو ان کی فکری اور ادبی زندگی میں ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔

سن ۱۳۳۱ ہجری شمسی (۱۹۵۲) میں سیمین بہبہانی نے ایک نظم ناشناس (اجنبی) کہی۔ جس کا ذکر ان کی شعری کتاب جای پا (قدموں کے نشان) میں موجود ہے۔ یہ نظم دراصل نیما یوشیج کی تجویز پر لکھی گئی تھی اور اس پر سیمین کو بین الاقوامی امن کا تمغہ عطا کیا گیا۔

1334 ہجری شمسی (۱۹۵۵) میں انہوں نے مجلہ ی امید ایران (امید ایران میگزین) میں بطور ادبی مدیر (ادبی شعبے کی سربراہ) اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ اگلے سال یعنی ۱۳۳۵ش (۱۹۵۶) میں ان کا دوسرا شعری مجموعہ جای پا منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے کی نظمیں اُس دور کے سماجی مسائل کی عکاسی کرتی تھیں۔ سیمین بہبہانی نے فقر، رشوت، ناانصافی اور دیگر تلخ سماجی حقائق کو بڑی ہنر مندی سے اپنی شاعری میں بیان کیا۔ جیسا کہ محقق شادخواست لکھتے ہیں: "جای پا کی شاعری اُس وقت کے معاشرتی مسائل کا عکس تھی اور سیمین بہبہانی ان تلخ حقائق کو تصویری اور مؤثر انداز میں پیش کرنے میں کامیاب رہی تھیں۔"(4)

سیمین نے اس حوالے سے اپنی کتاب کے دیباچے (مقدمے) میں بھی یہی موقف پیش کیا ہے: "ان تمام خالص انسانی محبتوں اور تعریفوں کے ساتھ ساتھ میرے قریبی احباب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خیر خواہی کے جذبے سے مجھے نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل سے بات کرو؛ آخر تم کیوں چور، جیب کترے، دلال اور ان جیسے کرداروں کی زبان میں بات کرتی ہو؟ شاعری تو دل کے لطیف ترین نغموں اور احساسات کی ترجمان ہونی چاہیے"... اس تنقید کا جواب دیتے ہوئے سیمین لکھتی ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماخذ تحقیقی مجلّہ

"میری شاعری دراصل میرے دل کی ہی آواز ہے اور میں نے ہمیشہ دل کے سُر کے سوا کسی اور آہنگ میں لب کشائی نہیں کی۔ اگر میرے درد مند ہم وطنوں کی زندگی کے کسی منظر نے مجھے اس قدر متاثر کر دیا کہ میں اس منظر کو اپنی شاعری میں لطیف پیرایۂ اظہار کے ساتھ بیان کر سکوں اور اس کے جذبات و نکات کو مکمل وضاحت کے ساتھ دوسروں کے سامنے رکھ سکوں تو کیا میں دل کی زبان میں بات نہیں کر رہی؟"(5)

1336 ہجری شمسی (۱۹۵۷) میں سیمین بہبہانی کا تیسرا شعری مجموعہ چلچراغ کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مجموعے نے ان کے ادبی مقام کو مزید مستحکم کیا۔ 1337 ش (۱۹۵۸) میں وہ تہران یونیورسٹی کے شعبۂ قانون (دانشکدۂ حقوق دانشگاہ تہران) میں داخل ہوئیں۔ اور بالآخر ۱۳۴۱ش (۱۹۶۲) میں انہوں نے قضائی قانون (Judicial Law) کے شعبے سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ 1344 ہجری شمسی (۱۹۶۵) میں انہوں نے ایران ریڈیو کے لیے گیت اور ترانے لکھنے کا آغاز کیا اور اسی سال وہ انگلستان کا سفر بھی کرتی ہیں جہاں ان کی ملاقات لندن کی انجمن قلم (PEN Club London) کے ارکان سے ہوئی۔ یہ ان کے بین الاقوامی ادبی رابطوں کی ابتدا سمجھی جا سکتی ہے۔ 1348 ش (۱۹۶۹) میں وہ ریڈیو ایران کی شعر و موسیقی کونسل (شورای شعر و موسیقی) کی رکن مقرر ہوئیں جسے عام طور پر شورای ترانہ کہا جاتا تھا۔ 1349 ہجری شمسی (۱۹۷۰) ان کی ذاتی زندگی میں ایک نیا موڑ لے کر آیا۔ انہوں نے اپنے پہلے شوہر حسن بہبہانی سے طلاق لے لی اور منوچہر کوشیار سے ازدواجی بندھن میں بندھ گئیں۔(6)

1352 ش (۱۹۷۳) میں ان کا شعری مجموعہ رستاخیز (قیامت، تجدید حیات) شائع ہوا جو علامتی اور فکری سطح پر ایک اہم پیش رفت تھا۔ 1360 ش (۱۹۸۱) میں ان کی ایک اور شعری کتاب خطی از سرعت واز آتش (رفتار اور آگ کی لکیر) کے عنوان سے منظر عام پر آئی جس میں ان کی زبان اور فکری گہرائی مزید نمایاں ہوئی۔ 1362 ہجری شمسی (۱۹۸۳) میں سیمین ایک گہرے ذاتی المیے سے دوچار ہوئیں جب ان کی نواسی ارژن صرف آٹھ برس کی عمر میں خون کے سرطان (لیوکیمیا) کا شکار ہو کر انتقال کر گئی۔ اگلے سال، ۱۳۶۳ش (۱۹۸۴) میں ان کے شوہر منوچہر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

کوشیار بھی وفات پا گئے۔ سیمین نے اپنی نواسی ارژن کو تہران کے معروف قبرستان امام زادہ طاہر میں سپرد خاک کیا اور بعد ازاں اپنے شوہر کو بھی وہیں دفن کیا گیا۔

1369 ہجری شمسی (۱۹۹۰) میں سیمین بہبہانی کے منتخب اشعار شائع ہوئے۔ اسی برس وہ ریاست ہائے متحدۂ امریکا کا سفر بھی کرتی ہیں اور وہاں ایک ادبی کانفرنس میں شرکت کرتی ہیں، جہاں ان کی تخلیقی صلاحیتوں اور ادبی مقام کو عالمی سطح پر سراہا گیا۔ 1370 ہجری شمسی (۱۹۹۱) ان کے ادبی سفر میں ایک غیر معمولی اور زرخیز سال ثابت ہوا کیونکہ اسی سال انہوں نے بیک وقت سات شعری کتابیں شائع کیں۔ جو ان کی فکری، تخلیقی اور جذباتی زندگی کے مختلف رنگوں کی نمائندہ تھیں۔ ان سات کتابوں کے نام درج ذیل ہیں: جای پا (قدموں کے نشان)، چلچراغ (چراغوں کا ہال)، مرمر (سنگ مرمر)، رستاخیز (قیامت / تجدید حیات)، خطی از سرعت و از آتش (رفتار اور آگ کی لکیر)، دشت ارژن (ارژن کا صحرا)، و آن مرد، مرد ھمراھم (اور وہ مرد، میرا رفیق جاں)، یہ ان کے شوہر کی یاد میں ایک سوگ نامہ تھا۔

1371 ش (۱۹۹۲) میں ان کی ایک اور شعری کتاب کاغذین جامعہ (کاغذی معاشرہ) کے عنوان سے شائع ہوئی۔ جس میں انہوں نے ایرانی سماج کی ساخت، نفاق اور دوغلے پن کو علامتی انداز میں پیش کیا۔ 1374 ش (۱۹۹۵) میں ان کا شعری دفتر یک دریچہ آزادی (آزادی کی ایک کھڑکی) منظر عام پر آیا۔ جس میں آزادی، عورت اور معاشرتی قیود جیسے موضوعات پر بھرپور اظہار ملتا ہے۔ 1375 ش (۱۹۹۶) میں انہوں نے ایک افسانوی مجموعہ با قلب خود چہ خریدم؟ (میں نے اپنے دل سے کیا خریدا؟) کے عنوان سے شائع کیا۔ جو ان کی نثر میں بھی تخلیقی جوہر کی موجودگی کا ثبوت ہے۔ 1379 ہجری شمسی (۲۰۰۰) میں ان کی نظموں کا ایک اور مجموعہ یکی مثلاً این کہ (مثال کے طور پر یہ) شائع ہوا۔ نیز داستانوں اور یادداشتوں کا ایک مجموعہ کلید و خنجر (چابی اور خنجر) بھی منظر عام پر آیا۔ اسی برس ان کی 102 نظموں کا جرمن زبان میں ترجمہ ہوا اور شائع بھی ہوا۔ یہ ان کی شاعری کا ایک عالمی اعتراف تھا۔ 1382 ش (۲۰۰۳) میں ان کا مکمل شعری مجموعہ (کلیات شعر) شائع کیا گیا۔ جس نے ان کی تخلیقی زندگی کے کئی دہائیوں پر محیط سفر کو یکجا کر دیا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماخذ تحقیقی مجلہ

آخر کار وہ دن بھی آیا جب فارسی ادب کی یہ عظیم شاعرہ اپنے شعری کارواں کو حیات جاوداں کی سمت روانہ کر گئیں۔ سیمین بہبہانی ۲۸ مرداد ۱۳۹۳ ہجری شمسی (۱۹ اگست ۲۰۱۴) کو ہمیشہ کے لیے اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئیں مگر ان کا کلام آج بھی دلوں میں روشنی کرتا ہے اور ضمیر کو جگاتا ہے۔

جب قاری سیمین بہبہانی کی شاعری پڑھتا ہے تو ایک سوال لازماً اس کے ذہن میں ابھرتا ہے۔ کیا سیمین کی شاعری ایک عاشقانہ شاعری ہے یا ایک سماجی وسیاسی شاعری؟ خود سیمین نے ایک انٹرویو میں اس سوال کا نہایت سلیقے سے یوں جواب دیا: اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح میں خود سماجی اور سیاسی مسائل میں الجھی ہوئی ہوں ویسے ہی میرے سامعین اور قارئین بھی ان مسائل میں گرفتار ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا قاری میری سماجی اور سیاسی شاعری کو زیادہ پسند کرے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ زیادہ تر اپنے جذباتی اور نجی مسائل میں گم رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جن کی زندگی کا ایک بڑا حصہ سیاسی یا سماجی جدوجہد سے وابستہ ہوتا ہے، اندر سے ایک ذاتی درد اور جذبے کے اسیر ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر ظاہر ہے کہ عاشقانہ اور جذباتی شاعری کا دائرۂ اثر زیادہ وسیع ہوتا ہے اور ہم مشرقی لوگ مغربی معاشروں کے مقابلے میں فطری طور پر زیادہ رومانوی مزاج رکھتے ہیں۔ (7)

عورت کے سماجی کرداروں میں سے ایک اہم کردار ماں کا ہے اور سیمین نے اپنی شاعری میں اس کردار کو نہایت لطیف جذبات، فطری تجربات اور گہری معنویت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کی نظم میراث میں وہ ماں کی محبت، ایثار اور داخلی جذبات کو نہ صرف خاندانی تسلسل کے طور پر بلکہ ایک جذباتی اور روحانی ورثے کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ سیمین اس نظم میں ماں کے اس فطری درد و محبت کو اجاگر کرتی ہیں جو نسل در نسل عورتوں کے حصے میں آتا ہے۔ وہ ورثہ جو جسمانی دولت یا زمین جائیداد نہیں بلکہ احساس، قربانی، خاموشی اور محبت کی شدید ترین صورت ہے۔

آرام بگیر، طفل من، آرام   وین شادی کودکانه را بس کن
بنگر که ز درد، پیکرم فرسود   بی دردی بیکرانه را بس کن
آرام بگیر طفل من آرام   آشفته و بیقرار و دلتنگم
دیوانه و گیج و مات و سرگردان   در ماتم دوستان یکرنگم
امروز دمی کنار من بنشین   بر سینه‌ی من بنه سر خود را
بازوی ظریف و خُرد را بگشای در بر بفشار مادر خود را

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

... ای کودک نازنین، نمی‌دانی کاین درد، به جان من، چه سنگین است
می‌میرم و ناله بر نمی‌آرم لب دوخته‌ام چه چاره جز این است؟
این کینه که خوانده‌ای ز چشمانم برگیر و به قلب خویش بسپارش!
از بود و نبود دهر، این میراث از من به تو می‌رسد... نگهدارش (8)

ترجمہ: میرے بچے ذرا سکون سے بیٹھ جا، اب چین کر۔ اپنی یہ بچپنے والی خوشیاں تھوڑی دیر کے لیے ختم کر دے۔ دیکھ تو سہی میں درد اور مشقت سے تھک چکی ہوں۔ اب تو اپنی بے فکری اور لاپروائی کو بھی ختم کر۔ میرے بچے ذرا سکون سے بیٹھ جا، آرام کر۔ میں بے چین ہوں میرا دل گھبرا رہا ہے اور پریشان ہوں۔ میں پاگلوں کی طرح الجھی ہوئی، حیران، ششدر اور سرگرداں ہوں۔ کیونکہ میں اپنے سچے دوستوں کے غم میں ماتم زدہ ہوں۔ آج کچھ دیر کے لیے میرے پاس بیٹھ جا۔ اپنا سر میری چھاتی پر رکھ دے۔ اپنی ننھی اور نازک بانہیں کھول اور اپنی ماں کو اپنے بازوؤں میں بھر لے۔ اے میرے پیارے بچے۔ تو نہیں جانتا کہ یہ درد میری جان پر کتنا بھاری ہے۔ میں اندر ہی اندر مر رہی ہوں لیکن آہ تک نہیں کرتی۔ میں نے اپنے ہونٹ سی لیے ہیں اور میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔ یہ کینہ جو تو میری آنکھوں میں پڑھ چکا ہے، لے لے اور اسے اپنے دل میں جگہ دے۔ یہی تو اس دنیا کے ہونے نہ ہونے کا ورثہ ہے جو اب مجھ سے تجھے منتقل ہو رہا ہے اس کی حفاظت کرنا۔

یہ نظم ۲۸ مرداد کی فوجی بغاوت کے سیاسی و سماجی حالات کی عکاسی کرتی ہے۔ جسے سیمین بھبھانی نے ایک ماں کے نقطۂ نظر سے اور جذباتی انداز میں بیان کیا ہے۔ خود سیمین اس نظم کے پس منظر کے بارے میں یوں وضاحت کرتی ہیں: یہ نظم اس دور کے حالات کی عکاسی کرتی ہے جسے سیمین نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے۔ وہ خود اس نظم کے بارے میں مزید یوں کہتی ہیں۔ 28 مرداد کے دن لوگ پوچھ رہے تھے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا ہمیں سڑکوں پر نکل آنا چاہیے؟ اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ نہیں ابھی کریملن (سوویت یونین کی حکومت) سے کوئی حکم نہیں آیا۔ میں اس وقت دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ کیا بات ہوئی؟ حکم کریملن سے نہیں آیا یعنی کیا؟ کیا ہمیں کوئی کام کرنے کے لیے وہاں سے اجازت لینی چاہیے؟ یا ہمیں اپنی قوم اور ملک کے لیے خود کچھ کرنا چاہیے؟ اسی لمحے میں شدید مایوسی اور بے زاری کا شکار ہو گئی۔ میرے دل کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ ان لوگوں کے لیے جنہیں اس موقع پر مارا گیا۔ میں نے ایک نظم لکھی ہے، آرام کر میرے بچے، آرام کر۔ جو میری کتاب جای پا میں شائع ہوئی۔ (9)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماخذ تحقیقی مجلہ

سیمین بہبہانی کی ایک نظم جس میں فیمینسٹ (نسوانی) خیالات شامل ہیں۔ اس حقیقت کی عکاسی کرتی ہے کہ بچے اپنے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہیں مگر ان کی ماں جو تنہا ہے اور کسی کا سہارا نہیں رکھتی، پھر بھی ان بچوں کو امید دلاتی ہے۔ یہ منظومہ آغوش رنج ھا ماں کی شدید جذباتی وابستگی اور درد میں لپٹے ہوئے مادری جذبات کو ظاہر کرتی ہے۔

...کودکانم میان خاطره‌ها — پیش آیند و در برم گیرند
دست الفت به گردنم بندند — بوسه‌ی مهر از سرم گیرند
پسرانم، شکسته دل، پرسند — کیست آخر، پس از تو، مادر ما؟
که ز پستان مهر، شیر نهد — بر لب شیرخوار خواهر ما؟
کودکان عزیز و دلبندم — زندگانی مراست بار گران
لیک با منّتش به دوش کشم — که نیفتد به شانه‌ی دگران (10)

ترجمہ: میرے بچے یادوں کے بیچ آتے ہیں۔ میرے قریب آکر مجھے اپنی آغوش میں لیتے ہیں۔ محبت کے ہاتھ میرے گلے میں ڈال دیتے ہیں اور شفقت سے میرے سر پر بوسہ دیتے ہیں۔ میرے بیٹے دل شکستہ ہو کر پوچھتے ہیں۔ آخر تمہارے بعد ہماری ماں کون ہو گی؟ جو محبت کے سینے سے دودھ پلا سکے۔ ہماری شیر خوار بہن کے لبوں کو؟ میرے عزیز اور لاڈلے بچوں! زندگی میرے لیے ایک بھاری بوجھ ہے لیکن میں اس بوجھ کو شکر گزاری کے ساتھ اپنے کندھوں پر اٹھاتی ہوں تاکہ یہ بوجھ دوسروں کے کندھوں پر نہ جا گرے۔

سیمین کے یہ اشعار ماں کے مقدس رتبے، اس کی بے لوث محبت اور اس کے ناقابل بدل کردار کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کرتے ہیں۔ شاعرہ نے ماں کے جذباتی، سماجی اور اخلاقی پہلو کو اس انداز سے اجاگر کیا ہے کہ قارئین نہ صرف ماں کی عظمت کو محسوس کرتے ہیں بلکہ اس کے گردو پیش کے حالات کی سنگینی کو بھی شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

ان اشعار میں ماں صرف ایک جذباتی پناہ گاہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور خوددار ہستی کے طور پر سامنے آتی ہے جو اپنی تکلیفوں کو چھپا کر بچوں کے لیے ڈھارس بنتی ہے۔ زندگی اس کے لیے اگرچہ ایک بھاری بوجھ ہے مگر وہ اس بوجھ کو شکر گزاری اور رضا کے ساتھ اپنے کاندھوں پر اٹھاتی ہے تاکہ اس کا وزن دوسروں، خصوصاً اس کے بچوں پر

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

نہ پڑے۔ یہ رویہ اس کی فداکاری، ہمت اور اعلیٰ ظرفی کا مظہر ہے۔ اشعار میں بچوں کی بے چینی اور سوالات کے ذریعے ایک ماں کی غیر موجودگی یا اس کے ممکنہ فقدان کا خوف بھی ابھرتا ہے جو دراصل معاشرتی بے حسی اور ناانصافی کی طرف ایک علامتی اشارہ ہے۔ بچوں کے معصوم سوالات یہ واضح کرتے ہیں کہ ماں کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا نہ جذباتی سطح پر اور نہ عملی سطح پر۔ یہ اشعار دراصل سیمین کی فیمینیسٹی سوچ کے عکاس ہیں جہاں عورت کو ایک خود مختار، فعال اور احساس سے بھرپور کردار میں دکھایا گیا ہے۔ وہ روایتی مفہوم سے نکل کر عورت کو مظلوم نہیں بلکہ ایک باوقار اور فیصلہ کن قوت کے طور پر پیش کرتی ہیں جو زندگی کی تمام مشقتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتی ہے۔

مختصراً یہ اشعار نہ صرف مادری محبت کی عظمت کا ترانہ ہیں بلکہ عورت کے سماجی کردار، فکری خود مختاری اور انسانی ہمدردی کی ایک گہری اور فکری تصویر بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ شاعری صرف جذباتی اظہار نہیں بلکہ ایک مزاحمتی اور بیدار فکر کی نمائندگی ہے جو عورت کو عزت، طاقت اور وقار کی علامت بناتی ہے۔ ایک اور نظم جو مادری جذبات کے ساتھ ہم آہنگ ہے، یہ ہے:

...من زاده‌ام اینان را	در خاطرم می‌بالد
رؤیای نوزادی شان	لبخند رؤیایی‌شان
در چشم من می‌جنبد	گهواره‌ی خُردی شان
در گوش من می‌پیچد	آهنگ لالایی‌شان (11)

ترجمہ: میں نے ان بچوں کو جنم دیا ہے۔ ان کی پیدائش کی یاد میرے دل میں فخر کے ساتھ موجزن ہے۔ ان کے بچپن کے خواب، ان کے خوابناک تبسم، میری نگاہوں میں جھلملاتے ہیں۔ ان کا ننھا سا جھولا، میرے کانوں میں ان کے لوری کے نغمے کی طرح گونجتا ہے

یہ اشعار ایک ماں کے قلبی احساسات کی عکاسی کرتے ہیں کہ کس طرح بچے ماں کی یادوں، حواس اور جذبات کا لازمی حصہ بن جاتے ہیں۔ یہ نہ صرف ماں کے جذباتی ربط کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ مادری فطرت کی لطافت اور بے خودی کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماں کا جذبہ (حسِ مادری) ایک ایسا احساس ہے جسے الفاظ کے ذریعے بیان یا وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ اس اصطلاح سے مراد ماں کے کردار، جذبے اور فطری رجحان کی طرف اشارہ ہے جو اسے اپنی اولاد کی پرورش اور حفاظت کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ تمام جانداروں کی مائیں جب وہ اولاد کو جنم دیتی ہیں یکساں طور پر اس احساس کو محسوس کرتی ہیں اور یہ جذبہ اس وقت مزید گہرا ہوتا ہے جب ماں اور نوزاد کے درمیان بار بار جسمانی قربت اور جلد سے جلد کا لمس ہوتا ہے جو بچے کے ساتھ ایک جذباتی تعلق کو جنم دیتا ہے۔ سیمین بھبھانی نے اپنے شعری مجموعے "جای پا "اور نظم "ای زن "میں اس مادری احساس اور کردار کو بخوبی بیان کیا ہے۔ یہ نظم واضح طور پر نسوانی (فیمینیستی) موضوع اور مواد کی حامل ہے۔

تا جان کودکان تو آساید خود لحظه‌یی ز رنج نیاسایی
گفتم ز لطف و مرحمتت، اما آراسته به لطف، نه تنهایی (12)

ترجمہ: تاکہ تیرے بچوں کی جان سکون میں رہے۔ تو نے ایک لمحے کے لیے بھی اپنے رنج سے آرام نہ لیا۔ میں نے تیری محبت اور شفقت کا ذکر کیا مگر یہ شفقت تنہائی سے آراستہ تھی نہ کہ لطف سے۔

یہ اشعار ایک ماں کی بے لوث محبت، قربانی اور تنہائی کا گہرا اظہار ہیں۔ شاعرہ یہاں اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں کہ ماں نے اپنی تکلیف کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے صرف اپنی اولاد کی آسائش کو مقدم رکھا اور اس کی شفقت ایسی تنہائی میں گزر رہی تھی جس میں اسے خود کسی سہارے، راحت یا خوشی کی امید نہ تھی۔ یہ نسائیت اور انسان دوست شاعری کی ایک خوبصورت مثال ہے جہاں عورت کو ایک عظیم قربانی دینے والے وجود کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سیمین اپنے شعری مجموعہ "یکی مثلاً این که" میں نظم "یک متر و هفتاد صدم" کے بعض اشعار میں خواتین کی مہربانی اور مادری جذبات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نظم کے تمام اشعار عورت کی سماجی موجودگی کی عکاسی کرتے ہیں اور یہ نظم معاشرے کی بدصورتیوں کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

یک متر و هفتاد صدم افراشت قامت سخنم
یک متر و هفتاد صدم از شعر این خانه منم
یک متر و هفتاد صدم پاکیزگی، ساده دلی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

جان دلارای غزل جسم شکیبای زنم
زشت است اگر سیرت من خود را در او می‌نگری
هی‌ها که سنگم نزنی آیینه‌ام، می‌شکنم
از جای بر خیزم اگر، پر سایه‌ام بیدبنم
بر خاک بنشینم اگر، فرش ظریفم، چمنم
یک مغز و صد بیم عسس، فکر است در چارقدم
یک قلب و صد شور هوس، شعر است در پیرهنم
بر ریشه‌ام تیشه مزن! حیف است افتادن من
در خشکساران شما سبزم، بلوطم، کهنم
ای جملگی دشمن من جز حق چه گفتم به سخن
پاداش دشنام شما آهی به نفرین نزنم
انگار من زادمتان کژتاب و بد خوی و رمان
دست از شما گر بکشم مهر از شما بر نکنم
انگار من زادمتان ماری که نیشم بزند
من جز مدارا چه کنم با پاره‌ی جان و تنم
هفتاد سال این گله جا ماندم که از کف نرودیک
متر و هفتاد صدم؛ گورم به خاک وطنم [13]

ترجمہ: ایک میٹر اور ستر سینٹی میٹر قامت میرے سخن کی بلندی ہے۔ ایک میٹر اور ستر سینٹی میٹر میں اس شعری گھر کی بنیاد ہوں۔ ایک میٹر اور ستر سینٹی میٹر سادگی، پاکیزگی اور خلوص ہے۔ غزل کی جانفزا روح عورت کے صابر جسم میں ہوں۔ اگر میری سیرت تمہیں بدصورت دکھے تو وہ تمہارا اپنا عکس ہے۔ ہائے! مجھے پتھر نہ مارو میں آئینہ ہوں ٹوٹ جاؤں گی۔ اگر میں اٹھ کر کھڑی ہوں تو سایہ دار درخت ہوں بید کی مانند اور اگر زمین پر بیٹھوں تو نرم و نازک قالین ہوں یا پھر سبزہ زار۔ میرے دماغ میں سینکڑوں خوف چھپے ہیں جیسے کوئی سپاہی نگرانی کرے۔ لیکن میرے لباس میں ایک دل ہے، ہزاروں جذبات، خواہشیں اور اشعار کے ساتھ۔ میری جڑ پر کلہاڑا نہ چلاؤ! میرا گرنا نقصان دہ ہے۔ تمہارے خشک میدانوں میں، صدیوں پرانی میں سبز ہوں، بلوط کا درخت ہوں۔ اے میرے تمام دشمنو! میں نے اپنی باتوں میں حق کے سوا کچھ نہیں کہا۔ تمہاری گالیوں کا بدلہ میں صرف ایک آہ سے دیتی ہوں،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ماخذ تحقیقی مجلہ

کبھی تمہیں بد دعا نہیں دیتی۔ گویا میں نے تمہیں جنم دیا ہے کہ تم کج فہم، بد خلق اور بے وفا نکلے۔ اگر میں تم سے کنارہ کش ہو بھی جاؤں تب بھی تم سے اپنی محبت نہیں چھین سکتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہیں جنم دیا ہو اور سانپ مجھے ڈس رہے ہو۔ لیکن میں تم سے، جو میرے دل و جان کا حصہ ہو، بدلے میں صرف نرمی ہی کر سکتی ہوں۔ ستر سال میں نے اس رنج و الم کو روکے رکھا کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ میری ایک میٹر اور ستر سینٹی میٹر کی قامت ہی میری قبر ہے، وہ بھی اپنے وطن کی خاک میں۔

مندرجہ بالا نظم جو معاشرے کی بدصورتیوں کو آشکار کرتی ہے۔ خود شاعرہ نے بھی ایک انٹرویو میں اس پہلو کی وضاحت کچھ یوں کی ہے۔ میں نے اپنی نظموں میں معاشرے کی سچائیوں کے سوا کچھ بیان نہیں کیا۔ میری شاعری ایک آئینہ ہے جو میں نے معاشرے کے سامنے رکھا ہے۔ اب اگر اس آئینے میں بدصورتی نظر آتی ہے تو اس کا قصور میرا نہیں بلکہ اس منظر کا ہے جو اس آئینے کے سامنے موجود ہے۔[14]

سیمین ایک اور مقام پر ماں کی اپنے بچے سے محبت اور جذبات کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

... تب، ای تب از چه شعله کشی در من؟
آتش به خرمنم ز چه اندازی؟
شب، ای شب! از سیاهی تو آوخ
من رنگ بازم و تو نمی‌بازی
مردم ز درد، رنجه مرا بس کن
بس کن دگر، شکنجه مرا بس کن
عمری به سر رسید، سراسر رنج
حاصل ز عمر رفته چه دارم؟ هیچ
امشب اگر دو دیده فرو بندم
از بهرکودکان چه گذارم؟ هیچ
این شوخ چشم دختر گل پیکر
فردا که را خطاب کند مادر؟ [15]

بخار، اے بخار! تو میرے اندر کیوں یوں بھڑکتا ہے؟ میرے وجود کے کھیت میں آگ کیوں لگاتا ہے؟ رات، اے رات! تیری تاریکی سے ہائے۔ میں رنگ بھرتی ہوں پر تو کھیل ہی نہیں کھیلتی۔ میں درد سے مر رہی ہوں

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

بس کر مجھے ستانا بند کر۔ بس کر اب میرے لیے یہ اذیت کافی ہے۔ ساری عمر درد و رنج میں گزری اس گزرے ہوئے وقت کا حاصل کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اگر میں آج رات آنکھیں موند لوں (مر جاؤں) تو اپنے بچوں کے لیے کیا چھوڑوں گی؟ کچھ بھی نہیں۔ یہ شوخ خوبصورت لڑکی (میری بیٹی) کل کس کو ماں کہہ کر پکارے گی؟

اس نظم میں سیمین ایک ماں کے شدید جذبات، درد اور بے بسی کو انتہائی اثر انگیز انداز میں بیان کرتی ہیں۔ وہ خود سخت بیماری اور شدید تکلیف میں مبتلا ہے لیکن اس کے باوجود اسے اپنی بیٹی کی فکر لاحق ہے۔ اسے اس بات کی سب سے زیادہ پریشانی ہے کہ اگر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کی بیٹی کس کو "ماں" کہہ کر پکارے گی؟ یہ سوال صرف ایک ماں کی شفقت اور محبت کا اظہار نہیں بلکہ ایک گہرا انسانی اور فطری المیہ بھی ہے کہ ماں اپنی آخری سانسوں میں بھی اپنی اولاد کے بارے میں سوچتی ہے۔ اپنی ذات کو فراموش کر کے صرف بچوں کے سہارے کے بارے میں پریشان ہوتی ہے۔

یہ اشعار مادری محبت، قربانی اور جذبات کی شدت کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ قاری کا دل بھی ماں کی اس بے بسی اور محبت سے بھر آتا ہے۔ سیمین نہ صرف ایک ماں کے احساسات کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ اس کے ذریعے عورت کے اس کائناتی کردار کو بھی سراہتی ہیں جو ہمیشہ دوسروں کی خوشی اور سکون کی خاطر خود کو قربان کرتی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیمین کے دیوان میں ماں کی محبت اور شفقت کے ساتھ ساتھ عورتوں کے جذبات کو جانوروں کی زبان میں بھی شاعری کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ سیمین کی ایک نظم جس کا عنوان "آشیانے میں" ہے میں شاعرہ ایک مرغی کی زبان سے اپنے چوزوں کے لیے مادری جذبات اور احساسات کو اس طرح بیان کرتی ہیں۔

جوجه‌هایم! نغمه خوانی‌ها کنید   درکنارم شادمانی‌ها کنید
باز هم بوی بهار آورده باد   آشیان را غرق کرده باد
با شما گر خامشی بُگزیده‌ام   بشنوید این نغمه را از دیده‌ام
روزگاری جفت جویی بوده‌ام   گرمْ سوز نرمْ خویی بوده‌ام
بر سریر شاخه‌هایم بوده جای   بر حریر سبزه‌هایم بوده پای
آبدان در کاسه‌ی گل جسته‌ام   سینه با الماس شبنم شسته‌ام

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

پرنیان آفتابم کرده خشک　　بر پرم دست صبا افشانده مشک
خوانده‌ام بس نغمه‌های دلنواز　　جُسته‌ام دلداده‌ی خود را به ناز
کامجویی‌های شیرین کرده‌ام　　عیش‌ها با یار دیرین کرده‌ام
روزگاری بوده‌ام سرگرم کار　　آشیان آورده‌ام در کشتزار
یک سحرگه دیده را واکرده‌ام؛　　چند مروارید، پیدا کرده‌ام؛
چند مروارید غلتان سپید　　یک سحر در آشیانم شد پدید
آن گهرها را به جان پرورده‌ام　　گرمشان از گرمی ِخود کرده‌ام
چند گاهی پیش ایشان خفته‌ام　　وان گهرها را به نرمی سُفته‌ام
تا گهر سُفتم، شما را یافتم　　مرغکان خوش نوا را یافتم
گر شما را نیست پر، اینک پرم　　بر شما این بال و پر می گسترم
گر شما را ناتوان این دست و پاست در تنم تاب و توان بهر شماست
گرچه گه در آب و گه در آتشم　　با شما یاران و دلبندان خوشم
در دلم سور از شما شور از شما　　چشم بد دور از شما، دور از شما [16]

ترجمہ: اے میرے چوزو! میرے پاس آؤ اور خوشی سے گاؤ، خوشی مناؤ۔ بہار کی خوشبو ایک بار پھر ہوا کے ساتھ آئی ہے اور اس نے ہمارے گھونسلے کو مہکا دیا ہے۔ اگرچہ میں اب خاموش ہو چکی ہوں لیکن میری آنکھوں سے میری باتیں سن سکتے ہو۔ ماضی میں، میں بھی ایک ساتھی کی تلاش میں رہتی تھی۔ میں نرم خو، مہربان اور گرمجوش مزاج رکھتی تھی۔ میں شاخوں پر بیٹھا کرتی تھی، سبز گھاس کے نرم و ملائم فرش پر چلا کرتی تھی۔ میں نے پھولوں کے پیالے سے پانی پیا اور شبنم کے قطروں سے اپنا سینہ دھویا۔ سورج کی گرم روشنی نے میرے پروں کو سکھایا اور نرم ہوا نے میرے پروں پر خوشبو بکھیری۔ میں نے خوبصورت اور دل کو لبھانے والے نغمے گائے اور محبت و ناز سے اپنے محبوب کو تلاش کیا۔ میں نے محبت بھری خوشیاں اپنے پرانے ساتھی کے ساتھ منائی ہیں۔ کبھی وقت ایسا تھا کہ میں زندگی کے کاموں میں مشغول تھی۔ میں نے کھیتوں کے بیچ اپنا گھونسلہ بنایا۔ ایک صبح جب آنکھ کھولی تو میں نے چند سفید، چمکتے ہوئے انڈے دیکھے۔ یہ چمکتے موتی میرے گھونسلے میں نمودار ہوئے۔ میں نے ان موتیوں (انڈوں) کو اپنی جان سے عزیز رکھا۔ ان کو اپنی گرمی سے گرم کیا۔ کچھ وقت ان کے ساتھ لیٹی رہی اور ان انڈوں کو نرمی سے سلیقے سے سینتی رہی۔ جب میں ان انڈوں کو سینے میں مصروف تھی تو تم (میرے بچے، چوزے) پیدا ہو گئے۔ میں نے

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

تم خوبصورت اور خوش آواز چوزوں کو پایا۔ اگر تمہارے پاس پر نہیں ہیں تو یہ میرے پر تمہارے لیے حاضر ہیں۔ میں تم پر اپنے بازو اور پر پھیلاتی ہوں۔ اگر تمہاری ٹانگیں اور بازو ابھی کمزور ہیں تو میرے جسم میں جو طاقت ہے وہ تمہارے لیے ہے۔ اگرچہ کبھی پانی میں اور کبھی آگ میں ہوں (مشکلات میں ہوں) مگر تم میرے دوست ہو، میرے پیارے ہو اور میں تمہارے ساتھ خوش ہوں۔ میری خوشی تم سے ہے۔ میری زندگی کی رونق تم ہو۔ میری دعا ہے کہ بری نظر تم سے دور رہے، ہمیشہ دور۔

یہ نظم ماں کی محبت، قربانی اور ایثار کو ایک پرندے (مرغی) کی زبان سے بیان کرتی ہے۔ شاعرہ سیمین بھبھانی نے دکھایا ہے کہ ماں کس طرح اپنے بچوں (چوزوں) کے لیے اپنی آزادی، راحت اور خوشیاں قربان کر دیتی ہے۔ وہ انڈے دیتی ہے، انہیں گرمی دیتی ہے، حفاظت کرتی ہے اور اپنی طاقت ان کی کمزوریوں پر قربان کر دیتی ہے۔ آخر میں وہ بچوں کے لیے دعا کرتی ہے کہ ان پر کوئی برا وقت نہ آئے۔ نظم میں ماں کی ممتا، بے غرض خدمت اور محبت کو فطرت کے حسین مناظر کے ذریعے خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اما اگر صد بارم مادر بزاید از نو
من خود همین خواهم شد همواره در نوزایی
در نوجوانی، مادر؛ هنگام پیری، مادر
با مهر فرزندان خوش، با قهرشان سودایی
حتا اگر یک آهم در سینه باقی باشد
تکواژه‌یی خواهد شد از آخرین لالایی [17]

ترجمہ: لیکن اگر میں سو بار بھی دوبارہ ماں بنوں۔ تو میں ہر بار خود کو ایسا ہی پاؤں گی ہمیشہ ایک نئی پیدائش میں۔ جوانی میں ماں، بڑھاپے میں بھی ماں۔ بچوں کی محبت سے خوش اور ان کے غصے سے آزردہ دل۔ اگر میرے سینے میں ایک آہ بھی باقی رہ جائے تو وہ آہ میری آخری لالائی (لوری) کا آخری لفظ بن جائے گی۔

لالائی (لوری) ایک ایسی چیز ہے جو ماؤں سے متعلق ہے اور خواتین کے شاعری کے اہم ترین عناصر میں سے ایک ہے۔ معین لغت نامہ میں لالائی کو یوں تعریف کیا گیا ہے: «آوازی که مادران برای خواباندن کودک می‌خوانند.» [18] ترجمہ: وہ نغمہ جو مائیں بچوں کو سلانے کے لیے گاتی ہیں۔ اور دہخدا لغت نامہ میں بھی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

اس لفظ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: «آوازی نرم مادران و دایگان را برای خوابانیدن کودک.» [19] ترجمہ: ماں یا آیا (دایہ) کا نرم اور ملائم نغمہ جو بچے کو سلانے کے لیے گایا جاتا ہے۔ سیمین کی شاعری جو نسائی پہلوؤں کی حامل ہے، اس نسائی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرتی۔

حمل، ولادت، تولید نسل اور بارآوری وہ موضوعات ہیں جن کا ذکر عورتوں کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ صفات اور خصوصیات خاص طور پر عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس بارے میں سیمین خود یوں کہتی ہیں: عورت کی فطرت ایثار، قربانی اور پرورش کرنا ہے۔ مرد نطفہ ایک پر جوش لمحے میں عورت کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کے بعد اس کے نتائج سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ جبکہ عورت اس نطفے کو اپنے جسم، خون، دودھ اور دل سے پروان چڑھاتی ہے اور جب تک زندہ رہتی ہے اس کی فکر میں رہتی ہے۔[20]

سیمین بھبھانی نے اپنی شعری مجموعے میں ایک نظم کے ذریعے بچے کی زندگی کے مختلف مراحل جیسے کہ نطفے سے جنم لینا، پیدائش، ماں کا دودھ پینا اور جوانی (بلوغت) تک پہنچنے کے تمام مراحل کو اس انداز سے بیان کیا ہے:

از عدم آمد که پر کند — هستی‌ی جاری به ساغری
... از عدم آمد که قطره‌یی — باده به ساغر درافکند
خود چو یکی قطره اوفتاد — در خم زاهدان مادری
نطفه شد و خون بسته شد — پس رگ و غضروف و استخوان
دیده به هر دیدنی گشود — جان به کف آورده پیکری
شیر و دبستان و درک و رشد — شور و شکوفایی و بلوغ
قلب و هوس، عشق و اشتیاق — خانه و فرزند و همسری [21]

ترجمہ: عدم سے آیا تا کہ ایک پیالے میں جاری زندگی کو بھر دے۔ عدم سے آیا تا کہ ایک قطرہ بن کر شراب حیات پیالے میں ڈالے۔ پھر وہ (وجود) ایک قطرے کی مانند ماں کے زاہد (پاک) خم (برتن) میں گرا۔ نطفہ بنا، پھر جمے ہوئے خون میں بدلا اور پھر رگ، گوشت اور ہڈی کی صورت اختیار کی۔ اس نے ہر دیکھی جانے والی چیز کو آنکھیں کھول کر دیکھا اور ایک جسم کے ساتھ دنیا میں آیا جس میں جان تھی۔ پھر ماں کا دودھ، اسکول، فہم و شعور، جوش و نمو اور بلوغت کی منزلیں آئیں۔ پھر دل، خواہش، عشق، اشتیاق، گھر، اولاد اور ہمسری (ازدواجی زندگی) کا دور آیا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

یہ اشعار انسانی زندگی کے مکمل ارتقائی سفر کو بیان کرتے ہیں۔ نیستی (عدم) سے وجود میں آنے تک اور پھر زندگی کے مختلف مراحل جیسے کہ نطفہ، جنینی نشوونما، ولادت، پرورش، تعلیم، شعور، محبت، خاندان اور ازدواجی زندگی تک۔ سیمین یہاں عورت کے جسم میں زندگی کے آغاز اور اس کی پرورش کے عمل کو مقدس، لطیف اور مکمل فطری تسلسل کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ "خم زاھدان مادری" ایک خوبصورت استعارہ ہے جس میں ماں کے رحم کو پاکیزہ اور مقدس مقام کہا گیا ہے۔ یہ اشعار عورت کی زندگی آفرینی (تخلیقی) صلاحیت، محبت، ایثار اور پرورش کے کردار کی نہایت شاعرانہ اور فلسفیانہ ترجمانی کرتے ہیں۔

اولاد کا ہونا تمام ماؤں کی سب سے بڑی حسرت ہے اور اس کے لیے مائیں اپنی زندگی کو بھی مشکل میں ڈال سکتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ عورت جو حاملہ نہیں ہو سکتی یا مخصوص نسوانی بیماریوں میں مبتلا ہو، شوہر کی طرف سے سرزنش، بے مہری اور ذلت کا شکار ہوتی ہے۔ جس طرح اولاد نہ ہونا ایک اذیت ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر تکلیف دہ وہ وقت ہوتا ہے جب عورت ماں بن چکی ہو اور کچھ وقت بعد اس کا بچہ دنیا سے چلا جائے۔ ایسی ماں یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ ماں جو اپنے بچے کا غم سہہ چکی ہو، دل شکستہ اور سوگوار ہوتی ہے۔ سیمین نے اپنی نظم "بہ شب کہ ھر مرغ وماھی" میں ایسی دکھی اور غمزدہ ماں کی تصویر نہایت پراثر انداز میں پیش کی ہے:

به شب که هر مرغ و ماهی دو دیده برهم نهاده
زنی به ویرانه‌ی خویش چراغ ماتم نهاده
از آن دو دست حمایل به تلی از آجر و گل
که گور فرزند او شد دو شاخه مریم نهاده
به لرزه تفسیری از آن کلام محکم نهاده
به یاد فرزند دستی به سنگ و خاکش [22]

ترجمہ: رات کے وقت جب ہر پرندہ اور مچھلی اپنی آنکھیں بند کر چکی ہو۔ ایک عورت اپنے ویران دل ویرانے میں غم کا چراغ جلائے بیٹھی ہے۔ اپنے ان دونوں ہاتھوں سے جن سے وہ کبھی اپنے بچے کو گود میں لیا کرتی تھی، اب اس نے اینٹ اور مٹی کے ایک ڈھیر پر جو اب اس کے بچے کی قبر ہے دو شاخیں مریم کے پھولوں کی رکھ دی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

ہیں۔ وہ تھر تھراتے ہوئے ایک مضبوط اور پر اثر قرآنی آیت کی تفسیر سن رہی ہے اور اپنے بچے کی یاد میں، ایک ہاتھ سے اس کی قبر پر موجود پتھروں اور مٹی کو چھو رہی ہے۔

یہ اشعار ایک دکھی ماں کے دل سوز جذبات کا اظہار ہیں جس نے اپنا بچہ کھو دیا ہے۔ رات کے سناٹے میں، جب سب کچھ خاموش ہیں۔ وہ ماں اپنے غم کے چراغ کے ساتھ تنہا بیٹھی ہے۔ مریم کے پھول جو پاکیزگی اور محبت کی علامت ہیں، وہ اپنے ہاتھوں سے بچے کی قبر پر رکھتی ہے۔ اس کے ہاتھ اب گود بھرنے کے لیے نہیں بلکہ قبر سجانے کے لیے رہ گئے ہیں۔ اس کی لرزتی ہوئی حالت اور قرآنی آیت کی تفسیر سننا اس کے دکھ اور روحانی سہارا تلاش کرنے کی علامت ہے۔ یہ منظومہ تصویر ماں کے غم، اس کے صبر اور اس کے احساس محرومی کو انتہائی دل گیر انداز میں پیش کرتی ہے۔

سیمین کی شاعری ایک گہری فکری بصیرت، جذباتی گہرائی اور نسوانی شعور کی حامل ہے۔ انہوں نے عورت خصوصاًماں کے کردار کو محض ایک جذباتی یا گھریلو فریم میں محدود نہیں رکھا بلکہ اسے معاشرتی، فکری، علامتی اور حتیٰ کہ انقلابی تناظر میں بھی اجاگر کیا۔ ان کی نظموں میں ماں ایک ایسی ہستی کے طور پر سامنے آتی ہے جو ایثار، قربانی، صبر اور خاموش مزاحمت کی علامت ہے۔ سیمین نے ماں کے کردار کو ایک کائناتی تجربے کے طور پر پیش کیا ہے۔ ایسا تجربہ جو انسانی زندگی کے تمام مراحل سے جڑا ہوا ہے جیسے نطفے سے ولادت تک، پرورش سے فکری تربیت تک اور آخر کار زندگی کی کٹھن راہوں میں بچوں کا تحفظ کرنے والی قوت تک۔ ماں کے لیے اس کا انداز اظہار رقت آمیز بھی ہے اور باوقار بھی، جس میں محبت، تکلیف، صبر اور بصیرت کا گہرا امتزاج پایا جاتا ہے۔

اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سیمین بہبہانی کی شاعری ایک نسائی بیانیہ (Feminine Narrative) کو تقویت دیتی ہے جو عورت کو صرف صنفی حوالے سے نہیں بلکہ ایک مکمل، باشعور اور فعال انسان کے طور پر پیش کرتی ہے۔ وہ عورت کو محض مظلوم دکھانے کی بجائے اسے عزت، اختیار اور مزاحمت کی علامت بناتی ہیں۔ ماں کی شخصیت کی ترجمانی کرتے ہوئے سیمین نے ایرانی معاشرے کی روایتی بندشوں، سیاسی جبر اور سماجی ناانصافیوں کے خلاف اپنی شاعری کو ایک احتجاجی بیانیہ بھی بنایا ہے۔ ان کے کلام میں ماں کی خاموش آہ، بچوں کے سوالات اور ماں کی تنہا جدوجہد دراصل ایک پورے معاشرے کے ضمیر کی ترجمانی ہے۔ گویا سیمین بہبہانی کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30
ماخذ تحقیقی مجلہ

شاعری میں ماں نہ صرف محبت کا استعارہ ہے بلکہ شعور، قربانی اور انسان دوستی کا زندہ پیکر بھی ہے۔ یہ نظمیں ہمیں نہ صرف ایک ماں کی عظمت سے روشناس کراتی ہیں بلکہ عورت کے اس اجتماعی اور داخلی وقار کی طرف بھی متوجہ کرتی ہیں جو ہر سماج میں اہم اور ناگزیر ہے۔

حوالہ جات

1۔ سیمین بہبھانی، گزینہ اشعار، (تہران: نشر مروارید، ۱۳۶۷ھ ش)، چاپ ا۔ ص ۹۔

2 ۔ کامیار عابدی، ترنم غزل، (تہران: انتشارات کتاب نادر، ۱۳۷۹ھ ش)، چاپ اول۔ ص ۱۸۔

3۔ احمد ابو محبوب، گھوارہ سبز افرا، (تہران: انتشارات ثالث، ۱۳۸۷ھ ش)، چاپ دوم۔ ص ۳۳۔

4۔ مہدی شادخواست، در خلوت روشن برای نظریہ‌ھا و بیانیہ‌ھا در شعر معاصر (از نیما تا امروز)، (تہران: نشر عطائی، ۱۳۸۴ھ ش)، چاپ ا۔ ص ۲۷۲۔

5۔ سیمین بہبھانی، خطی ز سرعت واز آتش، (تہران: انتشارات زوار، ۱۳۷۰ھ ش)، چاپ ۳۔ ص ۱۳۔

6۔ علی دھباشی، زنی با دامنی شعر، (تہران: نشر نگاہ، ۱۳۸۳ھ ش)، چاپ اول۔ ص ۹۲۔

7۔ روزنامہ ہمشہری، ۱۵ بہمن ۱۳۸۱ مطابق ۴ فروری ۲۰۰۳، ص ۳۶۔

8۔ سیمین بہبھانی، مجموعہ اشعار، (تہران: نشر نگاہ ۱۳۸۲ھ ش)، ص ۶۷ تا ۶۹۔

9۔ مھدی مظفری ساوجی، سبز و بنفش و نارنجی گفت و گو با سیمین بہبھانی، (تہران: نشر نگاہ، ۱۳۹۳)، چاپ ۲۔ ص ۱۲۵ و ۱۲۶۔

10۔ سیمین بہبھانی، مجموعہ اشعار، (تہران: نشر نگاہ ۱۳۸۲ھ ش)، ص ۳۷۔

11۔ ایضا، ص ۸۸۰۔

12۔ ایضا، ص ۹۴۔

13 ۔ ایضا، ص ۱۰۵۹ و ۱۰۶۰۔

14۔ مھدی مظفری ساوجی، یادداشت ھای روزانہ / صد و دہ روز با سیمین بہبھانی ۱۳۸۱- ۱۳۹۲، (تہران: نشر نگاہ، ۱۳۹۴)، ص ۱۶۵ و ۱۶۶۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-30

15۔ سیمین بھبھانی، مجموعہ اشعار، (تھران: نشر نگاہ ۱۳۸۲ھ ش)، ص ۸۷و ۸۸۔

16۔ ایضا، ص ۳۶۲و ۳۶۳۔

17۔ ایضا، ص ۱۰۹۴۔

18 ۔ محمد معین، فرھنگ فارسی؛ (تھران: انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۱ھ ش)، چاپ ھشتم، ۶ جلدی۔ ص ۳۵۳۶۔

19 ۔ علی اکبر دھخدا، لغت نامہ دھخدا، (تھران: مؤسسہ انتشارات و چاپ دانشگاہ تھران، ۱۳۷۳ھ ش)، چاپ ا، دورہ ۱۵ جلدی۔ ص ۱۷۲۴۹۔

20۔ احمد ابو محبوب، گھوارہ سبز افرا، (تھران: انتشارات ثالث، ۱۳۸۷ھ ش)، چاپ دوم۔ ص ۶۲۔

21۔ سیمین بھبھانی، مجموعہ اشعار، (تھران: نشر نگاہ ۱۳۸۲ھ ش)، ص ۹۵۲و ۹۵۳۔

22۔ ایضا، ص ۱۵۳و ۱۵۴۔